© rasailojaraid.com

تدوین حدیث

(۳)
محاضرۂ چہارم

حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

ان الفاظ سے بزرگ قریش کی غرض کیا تھی؟

جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہ کوئی معمولی بات نہ تھی جو وہ کہہ رہے تھے، بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کی عام کتابت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت کا جو اعلان فرمایا تو عموماً دلوں میں یہ خیال ضرور پیدا ہوا ہوگا کہ کیوں منع کیا جا رہا ہے؟ اس میں شک نہیں کہ ممانعت کی اسی تقریر کے الفاظ "الکتاب مع کتاب اللہ امحضوا کتاب اللہ واخلصوہ" سے چاہئے تو یہی تھا کہ منشا رنبوت کو لوگ سمجھ جاتے، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہیں چاہتے کہ عمومی اشاعت کے رنگ میں ایک نسل سے دوسری نسل تک مسلمانوں میں کوئی کتاب اللہ کی کتاب کے سوا بھی منتقل ہو لیکن طبائع ایک طرح کے نہیں ہوتے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے کے باوجود بسا اوقات یہ دیکھا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منشا رمبارک کو بعض لوگ نہ پا سکے، اور بعض لوگ کیا مشہور روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حلقۂ اصحاب میں تشریف فرما تھے اتنے میں ایک نوعمر نوجوان آدمی آیا اور آکر اس نے یہ مسئلہ پوچھا کہ روزے کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ کیا آدمی لے سکتا ہے، آپ نے فرمایا نہیں وہ سن کر چلے گئے تھوڑی دیر بعد ایک کہن سال معمر آدمی آئے، اور بجنسہٖ اسی سوال کو آنحضرت کی خدمت میں پیش کیا، ان کے سوال کے جواب میں فرمایا گیا کہ ہاں! لے سکتا ہے، ایک ہی مجلس میں ایک ہی سوال کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قطعاً منفی و مثبت دو جواب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دئیے تو صحابہ ہی کا بیان ہے کہ

نظر بعضنا الی بعض ہم میں ایک دوسرے کو دیکھنے لگا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد مجمع کو مخاطب کر کے فرمانا شروع کیا کہ

"تم لوگ باہم ایک دوسرے کو جس وجہ سے دیکھ رہے ہو میں اس کو سمجھ رہا ہوں، بات یہ ہے کہ بوڑھا آدمی اپنے آپ کو قابو میں رکھ سکتا ہے" (مسند احمد ص۱۸۵ ج ۲)

مقصد مبارک یہ تھا کہ جوانوں کو اگر اجازت دی جائیگی، تو ان کے لئے خطرہ ہے آگے بڑھ جانے کا اس لیے جوان کو تو میں نے اجازت نہیں دی اور بوڑھے بیچارے کے متعلق اس کا خطرہ نہ تھا، اس لئے ان کو اجازت دے دی گئی۔

یہی میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہر شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصدِ مبارک تک کے پا لینے میں ان حضرات میں بھی بعضوں کو دشواری پیش آجاتی تھی جو براہ راست صحبتِ نبوت سے سرفراز تھے اور ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگتے تھے اسی سے اندازہ کرنا چاہئے کہ آج تیرہ صدیوں کے گذر جانے کے بعد اس قسم کے لوگ جن کا لے دے کر سارا علمی سرمایہ اس راہ میں چند افواہی قصے یا ناقص معلومات والی سطحی کتابوں کے چند اوراق سے زیادہ نہیں ہیں وہ پیغمبر کے صحیح مقاصد و اغراض تک ان بزرگوں کی راہ نمائی کے بغیر پہنچنے کی اس زمانے میں جو کوشش کر رہے ہیں، جنہوں نے ساری عمر اور عمر کا ایک ایک لمحہ صرف ان ہی مقاصد کے سمجھنے میں خرچ کیا ہے خود ہی سوچنا چاہئے کہ کس حد تک درست ہو سکتا ہے۔

---

[1] جس وقت قلم سے یہ الفاظ نکل رہے تھے آج سے تیس اکتیس سال پہلے کا ایک نقشہ دماغ کے سامنے آگیا خاکسار سیدنا الامام العارف باللہ شیخ الہند قدس اللہ سرہٗ العزیز کے حلقۂ درس میں بمقام دار العلوم دیوبند ایک ادنیٰ ترین طالب العلم کی حیثیت سے شریک تھا۔ ایک مسئلہ پر جو شوافع و احناف کے درمیان اختلافی ہے۔ حضرت والا نے تقریر شروع کی جس میں بار بار اسی اصول کو دہراتے جاتے تھے کہ ہر شخص کا (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی مسئلہ میں دیکھئے حدیث کی عام کتابت کا جو رواج بڑھتا جا رہا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کی ممانعت کا اعلان فرمایا جاتا ہے، اور اعلان بھی ایسے الفاظ میں کیا جاتا ہے جن سے سمجھنے والے چاہتے تو ممانعت کی وجہ کو بھی سمجھ سکتے اور یقیناً اکثر حضرات صحابہ نے اس کو سمجھ بھی لیا ہو گا، لیکن جہاں تک میں سمجھتا ہوں حضرت عبداللہ کے ٹوکنے والے یہ بزرگ قریشی ان کا ذہن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک دوسرے مسئلہ کی طرف منتقل ہو گیا گویا جیسے اس زمانہ میں اسی قسم کی روایتیں جن میں عام حدیثوں کی عمومی اشاعت کی حدبندی کی ان تدبیروں کی خبر دی گئی ہے جو عہد نبوت اور عہد خلافت راشدہ میں اختیار کی گئی تھیں لیکن ایک طبقہ ہے جس کے کسی ایک فرد نے ابتداء میں ادھر ادھر سے اسی قسم کی چند روایتوں کو جمع کر کے پھیلا دیا ہے اور تقریباً چالیس پچاس سال سے خصوصاً ہندوستان میں رٹنے والے ان ہی روایتوں کو رٹتے چلے جاتے ہیں اور ان ہی کو پیش کر کے مسلمانوں کو یہ باور کرایا جا رہا ہے کہ قرآن کے سوا دین کا سارا سرمایہ جو تیرہ سو سالوں میں اب تک جمع ہوا ہے، قطعی طور پر مسترد کر دینے کے قابل ہے۔

ظاہر ہے کہ صحابی بہرحال صحابی تھے وہ حقیقت سے اگر کچھ دور بھی ہوئے تھے تو اتنا دور کیسے ہو سکتے تھے جتنا اس زمانے کے بے بصروں اور بے باکوں کا یہ گروہ خود دور ہو چکا ہے، اور دوسروں کو دور کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے جیسا کہ ان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے، شاید وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت حالت رضا اور عام معمولی حالت میں رہتے ہیں اس وقت تو آپ کی گفتار و رفتار غلطیوں سے پاک ہوتی ہے اس لئے مسلمانوں کے لئے وہ نمونہ بن سکتی ہے لیکن

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مذاق شناسِ نبوت ہونا ضروری نہیں ہے نبوت کی مذاق شناسی، یہ بھی مذہبی حقائق کے سمجھنے کا ایک گر ہے، پہلی دفعہ اسی دن کان میں یہ بات پڑی، اور جیسے جیسے تجربہ بڑھتا گیا اس اصول کی اہمیت بھی دل میں بڑھتی گئی. فجزاہ اللہ عنا خیر الجزاء ۱۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ کو بشر قرار دیتے ہوئے ان کو یہ خیال گذرا کہ غصہ کی غیر معمولی حالت میں پیغمبر کی زبان سے جو چیزیں نکلتی ہیں غلطیوں سے پاک ہونے میں شاید ان کی یہ کیفیت نہیں ہے، انھوں نے شاید یہ خیال کر لیا کہ حدیثوں کی کتابت کی ممانعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو ہوئی ہے، اس کی وجہ یہی ہے، انھوں نے عبداللہ بن عمرو کو ٹوکتے ہوئے اسی وجہ کا ذکر کیا جو ان کی سمجھ میں آئی تھی، اور گو جیسا کہ عنقریب معلوم ہوگا، ان کی یہ غلطی معمولی غلطی نہ تھی لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا، آج جب کہ حدیث کے سارے دفتر ہی کو بھسم کر دینے کا مشورہ ان ہی روایتوں سے غلط فہمیوں میں مبتلا ہو ہو کر دینے والے دے رہے ہیں، ان کے لحاظ سے یقیناً ان کی غلطی کا وزن کچھ ہلکا ہو جاتا ہے، آج تو جو کچھ کہا جا رہا ہے، سچ پوچھئے تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ مشہور پیشین گوئی پوری ہو رہی ہے جو صحاح کی مختلف کتابوں میں پائی جاتی ہے، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ

الا هل عسى رجل يبلغه الحديث
عني وهو متكئ على اريكته فيقول
بيننا وبينكم كتاب الله فما وجدنا
فيه حلالا استحللناه وما وجدنا
فيه حراما حرمناه الا واني
اوتيت الكتاب ومثله معه

(ابو داؤد ترمذی وغیرہ)

خبردار! قریب ہے کہ ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ کسی شخص کو میری حدیث پہنچے گی، اور وہ اپنے چھپر کھٹ یا کرسی پر بیٹھا ہے (تو میری حدیث سن کر) وہ کہے گا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان صرف اللہ کی کتاب یعنی قرآن ہے پس قرآن میں جن چیزوں کو ہم حلال پائیں گے ان ہی کو حلال سمجھیں گے اور جن چیزوں کو اس میں حرام پائیں گے انھیں ہم حرام سمجھیں گے (یہ کرسی نشین کی بات ہوئی اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) خبردار! مجھے کتاب یعنی قرآن بھی دیا گیا ہے اور اسی جیسی چیز بھی قرآن کے ساتھ دی گئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ سب کس بنیاد پر کیا جارہا ہے، ممکن ہے محرکات اس کے کچھ اور ہوں لیکن استدلال ان ہی تحدیدی روایتوں کو پیش کرتے ہیں، جن کا مقصد یہ قطعاً نہ تھا کہ قرآن کے سوا اپنی زندگی کی تعمیر میں مسلمان اور کسی چیز سے قطعاً استفادہ نہ کریں بلکہ جیسا کہ بار بار عرض کر چکا ہوں کہ عمومی اشاعت کی راہ سے امت میں جن چیزوں کا منتقل کرنا مقصود تھا، محض ان سے الگ کرنے کے لئے عام حدیثوں کے متعلق یہ خاص طرزِ عمل اختیار کیا گیا، اب عمومی اشاعت کی راہ سے جو چیزیں بھی پیغمبر کی طرف منسوب ہو کر مسلمانوں تک پہنچیں گی کیا وہ رد ہو سکتی ہے کہ جس پیغمبر کو خدا کا سچا پیغمبر مان کر قرآن پر اعتماد کیا جارہا ہے، اسی پیغمبر کی طرف منسوب ہونے والی ان باتوں کو مسترد کر دیا جائے جو اسی تواتر و توارث کی راہ سے مسلمانوں میں منتقل ہوتی چلی آرہی ہیں، جس راہ سے پیغمبر کی طرف منسوب ہو کر قرآن پہنچا ہے، چونکہ یہ مسئلہ "تدوین حدیث" سے زیادہ "تدوین فقہ" سے تعلق رکھتا ہے اس لئے اس کی پوری بحث تو اسی کتاب میں پڑھنی چاہیئے لیکن یہاں بھی میں پوچھتا ہوں کہ قرآن کے سوا تواتر و توارث کی راہوں سے جو چیزیں ہم تک پہنچی ہیں، ان کو اگر مسترد کر دیا جائے گا تو قرآن کے کسی ایک مطالبہ پر بھی عمل ممکن ہے؟ میں نے خود نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں کا قول تدوین فقہ میں نقل کیا ہے کہ کوئی نماز تک نہیں پڑھ سکے گا، یہ بھی نہیں جانا جا سکتا کہ ظہر کی کتنی رکعتیں ہیں، اور عصر کی کتنی؟ بلکہ یہ بھی نہیں کہ ہر رکعت میں ایک سجدہ کرنا چاہیئے یا دو، یا سجدہ ہی کیسے کرنا چاہیئے، اور یہی حال تقریباً سارے قرآنی مطالبات کا ہے

بس عام حدیثوں کی کتابت ہو یا روایت، ان کے متعلق تحدیدی روایتوں کا اصل مقصد یہ تھا کہ ان کے مطالبوں کی گرفت میں اتنی سختی نہ پیدا ہو، جو صرف ان ہی مطالبوں کی خصوصیت ہو سکتی ہے جن کا انتساب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر قسم کے شکوک و شبہات سے قطعاً پاک ہے، لیکن سمجھنے والوں نے ان روایتوں سے یہ سمجھ لیا کہ خدا کی کتاب کے سوا ان ساری چیزوں کا مسترد کرنا مقصود ہے، جو پیغمبر کی طرف منسوب ہو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور جب عہد نبوت میں بعضوں کو یہ غلط فہمی لگ گئی کہ رضا کے حال کی چیزیں تو صحیح ہی لیکن غصہ کے وقت کی جو باتیں پیغمبر کے منہ سے نکلتی ہیں ان کا غلطیوں سے پاک ہونا ضروری نہیں ہے اور اپنے اسی غلط خیال میں مبتلا ہونے کے ساتھ یہ بھی چاہا کہ دوسروں کو بھی اسی غلط خیال میں مبتلا کر دیں یعنی عبد اللہ بن عمرو کو بھی سمجھاتے ہوئے حدیث کے لکھنے سے منع کر دیا، حضرت عبد اللہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بزرگ قریش کی بزرگی اور اپنی خوردی کا خیال کر کے اس وقت تو قلم ہاتھ سے انھوں نے رکھ دیا لیکن اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کا اظہار کیا۔ کتنی شدید بنیادی غلطی میں ٹوکنے والے یہ صحابی مبتلا تھے۔ ہم کو اور آپ کو اس کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے، لیکن دنیا کے اغلاط ہی کی تصحیح کے لئے بھیجا گیا تھا (صلوات اللہ علیہ وسلامہ) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سننے کے ساتھ ہی آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا، جس کی زندگی کا ایک ایک پہلو رہتی دنیا تک پیدا ہونے والے انسانوں مردوں اور عورتوں سب ہی کے لئے اسوۂ حسنہ بنایا گیا ہے

. . . .

. . . . ، اگر اس کی زندگی کے کسی پہلو میں ایک غلطی بھی جائے گی تو وہ ایک غلطی نہ ہوگی بلکہ کروڑہا کروڑ بے شمار انسانوں کی غلطی بن جائے گی ان صاحب کو اس کا اندازہ نہ ہوا

لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ تمہارے لئے رسول اللہ میں بہت اچھا نمونہ ہے

کا اعلان جس ذاتِ گرامی کے متعلق قرآن میں کیا گیا ہو، کیا یہ ممکن ہے کہ قدرت اس کی زندگی کے کسی پہلو میں کسی غلطی کو باقی رکھ سکتی ہے[1]۔ اسی لئے تو یہ طے شدہ فیصلہ سلف سے

---

[1] حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز بانی دار العلوم دیوبند نے اس کی کتنی اچھی مثال دی ہے کہ سلوانے والا درزی سے مثلاً قمیص سلوانا چاہتا ہے نمونہ کے لئے تمام قمیصوں میں جو بہتر قمیص ہوتی ہے اس کو درزی کے حوالہ کر کے ہدایت کرتا ہے کہ بس اسی نمونے پر ساری قمیصوں کو تراش کر کے سی دو۔ اب اگر (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لے کر خلقت تک کا ہے کہ پیغمبر کی ذات معصوم ہوتی ہے۔

بہر حال حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ سمع مبارک میں جس وقت میرے الفاظ پہنچے اور معلوم ہوا کہ کتابتِ حدیث سے روکنے ہوئے ایسی بات مجھ سے کہی گئی ہے بن کا حاصل یہی ہے کہ پیغمبر غصّہ میں جو کچھ بولتے یا کرتے ہیں ان کا صحیح ہونا ضروری نہیں ہے، میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیاں اٹھیں جن کا رُخ دہن مبارک ی طرف تھا عبداللہ بن عمرو کے اپنے الفاظ یہ ہیں کہ

فاؤمأباصبعه الی فیه — پس اشارہ کیا اپنی انگلی سے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے دہن مبارک کی طرف

ور وہی پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) جن کی طرف سے اس خطرے کے انسداد کے لئے کہ عام حدیثوں کے مطالبہ کی قوت رآنی مطالبہ کی قوت کے برابر نہ ہو جائے چند دن پہلے یہ منادی کرائی گئی تھی کہ قرآن کے سوا جس کسی نے مجھ سے (یعنی میری طرف منسوب کرکے) جو کچھ لکھا ہے چاہیئے کہ اسے حو کردے، اسی پیغمبر کو دیکھا جا رہا ہے کہ ایک دوسرے خطرے کے انسداد کے لئے عبداللہ بن عمرو کو فرما رہے ہیں۔

اُکتب — لکھو (قرآن کے سوا بھی میری باتیں)

اور جس خطرے کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا، اور اندیشہ کیا بلکہ مبتلا ہونے والے اس خطرے میں کلی طور پر نہیں تو کم از کم غصّہ کی حالت کی باتوں کے متعلق اس غلط فہمی کے شکار ہو چکے تھے کہ ان کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) فرض کیجئے کہ نمونے ہی کی اس قمیص میں کوئی سقم یا خرابی ہو گی تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ ساری قمیصیں جو اس نمونے پر تراشی جائیں گی، خراب ہو کر رہ جائیں گی پیغمبر کو بھی خدا نمونہ بنا کر پیدا کرتا ہے بندوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ اپنی اپنی زندگیوں کو اسی نمونے پر ڈھالتے جائیں جو جس قدر اس نمونے سے قریب تر ہوگا خدا کے نزدیک وہی سب سے زیادہ پسندیدہ قرار پائے گا۔ پھر کیا یہ غیر ممکن ہے کہ غیر محدود طاقت و قدرت رکھتے ہوئے خدا کسی ایسے نمونے کو پیدا نہیں کر سکتا جس میں غلطی کا کوئی شائبہ نہ ہو ۱۲۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غلطیوں سے پاک ہونا ضروری نہیں ہے اسی خطرے کا ازالہ کرتے ہوئے یہ بھی ارشاد ہو رہا ہے، اور کتنے تاکیدی الفاظ میں ارشاد ہو رہا ہے پہلے قسم کھائی جاتی ہے یعنی وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ (قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے) فرماتے ہوئے اصل غلطی کا ازالہ ان الفاظ میں فرمایا جاتا ہے، یعنی دہن مبارک کی طرف انگلیاں کر ہوئی ہیں، اور کہا جا رہا ہے۔

لا یخرج منه الا الحق (ابو داؤد وغیرہ) نہیں نکلتا ہے اس سے (یعنی دہن مبارک سے)
مگر صرف سچی بات،

نبوت کے جو مذاق شناس نہ تھے ان کو پہلے حکم میں جس کی عام منادی کی گئی تھی، یعنی حدیثوں کی کتابت کی مخالفت والے حکم میں اور آج جو عبد اللہ بن عمروؓ کو اکتب (لکھا کرو) کے لفظ سے ان ہی حدیثوں کے لکھنے کی جو اجازت مرحمت فرمائی جا رہی ہے دونوں میں وہی منفی مثبت حکم والا تضاد نظر آیا، حالانکہ بات بالکل واضح تھی، ممانعت کے جس حکم کی منادی کی گئی تھی اس کا بالکلیہ رخ حدیثِ نبوی کی عام کتابت کے رواج کے انسداد کی طرف تھا لکھنے والوں نے ایک میدان میں جمع ہو کر سب کو آگ میں جھونک دیا تھا، اس سے اس رواج کے دروازے پر قفل پڑ چکا تھا اور آج جس کی اجازت کے ایک خاص آدمی کو رضا و غضب ہر حال کی باتوں کے لکھنے کی جو اجازت دی گئی تھی اس سے اس خطرناک غلطی کی پیدائش کی نگرانی مد نظر تھی، جو کتابتِ حدیث کی ممانعت کے عام حکم کی وجہ سے بعض دلوں میں پیدا ہوئی تھی یعنی باور کر لیا گیا تھا کہ بشر ہونے کی وجہ سے نبی کی ہر گفتگو کا درجہ [illegible] غصہ کی حالت میں جو کچھ وہ بولتے ہیں اس کا غلطیوں سے پاک ہونا ضروری نہیں ہے تو ممانعت کے حکم سے بھی آئندہ پیدا ہونے والی غلطی کا انسداد ہی مقصود تھا اور اب اجازت جو دی گئی اس کی غرض بھی اسی غلطی کا ازالہ تھا جس کے پیدا ہونے کا صرف اندیشہ ہی آئندہ زمانہ میں نہ تھا، بلکہ عبد اللہ بن عمروؓ کی رپورٹ سے تو آپ کو یہ معلوم ہوا کہ بعض لوگ اس غلطی کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں مبتلا بھی ہو چکے ہیں، اس کے سوا کہ رضاء و غضب دونوں حال کی گفتگو کے لکھنے کی اجازت ان کو دے دی جائے۔ خود ہی سوچا جائے کہ غلطی کے ازالہ کی عملی شکل اور کیا ہو سکتی تھی چوں کہ ایک شخص واحد کو انفرادی طور پر لکھنے کی یہ اجازت دی گئی تھی اس لئے اس سے اس کا اندیشہ بھی نہ تھا کہ ان مکتوبہ حدیثوں میں وہی عمومی رنگ پیدا ہو جائے گا، جسے آپ صرف ان چیزوں تک محدود رکھنا چاہتے تھے جن کا ہر مسلمان تک پہنچانا فرائض رسالت میں داخل تھا۔

اور یہی تھی پیغمبرانہ تدبیروں کی وہ داستان جن کی بدولت تیرہ سو سال سے یہ عجیب و غریب صورت مسلمانوں میں قائم ہے کہ ان میں ایسا کوئی نہیں ہے جو احاد یا خبرالواحد بعدالواحد یا خبرالخاصہ عن الخاصہ کی راہوں سے منتقل ہونے والی نبوی حدیثوں کے متعلق اور ان سے پیدا ہونے والے احکام و نتائج کے متعلق یہ خیال رکھتا ہو کہ گرفت اور مطالبہ میں ان کی قوت قرآنی مطالبوں، اور دین کے ان مطالبوں کی قوت کے مساوی ہے جو قرآن ہی کی طرح نسلاً بعد نسل جیلا بعد جیل عمومیت کی راہوں سے منتقل ہوتی چلی آ رہی ہیں، اس سلسلہ میں علماء مذہب کے جو فیصلے ہیں، ان کا ذکر کر چکا ہوں، مگر اس کے ساتھ ہر زمانہ میں ان بلند نظروں، عالی حوصلہ رکھنے والوں کے لئے بھی ہمیشہ اس کی راہ کھلی رہی اور اس وقت تک کھلی ہوئی ہے ان شاء اللہ قیامت تک کھلی رہے گی جو چاہتے ہیں کہ ممکنہ حد تک پیغمبر کی زندگی اور اس زندگی کے نمونوں کے مطابق جینے کا اگر موقعہ ملے تو اس میں کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا جائے[1]۔

یہی "کج دار و مریز" ہی کی تو پیغمبرانہ حکمت عملی تھی اور جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا، آپ کے خلفاء برحق نے بھی اسی حکمت کی نگہداشت میں، پورا زور صرف کر دیا، اسی کا یہ نتیجہ

---

[1] حضرت بایزید بسطامی کا مشہور واقعہ ہے کہ عمر بھر خربزہ آپ نے اس لئے نہیں کھایا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح اس کو کھاتے تھے اس کی ان کو تحقیق نہ ہو سکی ۱۲۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ جہاں ان شاہ بازوں کی بلند پروازیوں کے لئے جہاں تک وہ پہنچ سکتے تھے کہیں رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی یحببکم اللہ (خدا تم کو اپنا محبوب بنائے گا) کا اعلان قرآن میں ہر اس شخص کے لئے کر دیا گیا تھا، جو پیغمبر کے نقش قدم پر قدم رکھتا ہوا جہاں تک بڑھ سکتا ہو بڑھتا چلا جائے پھر بڑھنے والے بڑھتے چلے گئے اور جن حدیثوں کا ہر شخص تک پہنچانا مقصود نہ تھا، ان کی روشنی ان لوگوں تک پہنچتی رہی جو دین کے اسی نفلی حصہ سے اس مقام تک پہنچتے رہے جس کے متعلق یہ بشارت سنائی گئی ہے کہ پہنچنے کے بعد جو بندہ اور مخلوق ہے وہ عروج اور ارتقاء کی اس کیفیت کو پاتا ہے جس کی تعبیر خالق ہی کے الفاظ میں یہ سنائی گئی ہے کہ

کنت سمعه الذی یسمع به	میں اس بندے کی شنوائی بن جاتا ہوں جس سے
وبصره الذی یبصر به ویده	وہ سنتا ہے اور اس کی بینائی جس سے وہ دیکھتا
التی یبطش بها ورجله التی	ہے اور اس کے ہاتھ جن سے وہ پکڑتا ہے اور
یمشی بها (صحاح بخاری وغیرہ)	اس کے پاؤں جن سے وہ چلتا ہے

لیکن اسی کے ساتھ جیسا کہ عرض کر چکا ہوں کہ "طبیعت ہی جن کی ادھر نہیں آتی" یہ تو خیر بجائے خود ان غریبوں کی مستقل بدبختی ہے مگر سوچئے تو سہی کہ ان حدیثوں کی اشاعت و تبلیغ میں عمومیت کی کیفیت پیدا کر کے اگر ان کے مطالبوں کو بھی ہر قسم کے شک و شبہ سے پاک کر کے اسی طرح قطعی اور یقینی بن جانے کا موقعہ دے دیا جاتا جیسے دین ہی کے ایک شعبہ میں اسی رنگ کو پیدا کیا گیا ہے تو عرض " پر طبیعت ادھر نہیں آتی " کی معذرت کو معصیت بلکہ تمرد و بغاوت بن جانے سے کون روک سکتا تھا، آج تو ان کی یہ معذرت اسی لیے

میرا اشارہ اس مشہور روایت کی طرف ہے جس میں آیا ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے قریب ہوتا ہے ہوتا چلا جاتا ہے تا آنکہ میں اس بندے کو چاہنے لگتا ہوں" اسی کے بعد اس حدیث قدسی میں یہ بشارت سنائی گئی ہے جسے میں نے بجنسہ عربی الفاظ میں درج کر دیا ہے"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معذرت ہے کہ جن چیزوں کی طرف ان کی طبیعت نہیں جاتی، ان کے مطالبہ میں اتنی قوت ہی نہیں ہے جو معذرت کو معصیت اور بغاوت بنا دیتی ہے اور کیا اس طول کلامی کے بعد بھی مزید معذرت اس کی باقی رہ گئی ہے کہ میں لوگوں کو پھر یہ سمجھاؤں کہ یہ سارا کرشمہ اسی مہیج دار و مربیانہ حکمت عملی اور ان نازک تدبیروں کا نتیجہ ہے جن کے حدود کی پوری پوری نگرانی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جانشینوں نے فرمائی۔

بہرحال عبداللہ بن عمروؓ ایک خوش قسمت آدمی تھے، اگر ٹوکنے والے صاحب ان کو مذکورہ بالا الفاظ کے ساتھ نہ ٹوکتے۔ بلکہ صرف اتنا کہہ دیتے کہ میاں! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو لکھتے ہو کیا اس کا علم تمہیں نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حدیثوں کے لکھنے کی ممانعت کردی گئی ہے، میں تو سمجھتا ہوں کہ اگر اتنی سی سیدھی سادی صاف بات وہ کہہ دیتے اور ان کے دماغ نے پیغمبر کے حکم کا جو فلسفہ پیدا کیا تھا یعنی بشری اغلاط کی گنجائش انھوں نے یہ باور کرلیا تھا کہ اس حکم کے دینے کی یہی وجہ ہے قریشی صاحب اپنے اس خود تراشیدہ فلسفہ کا اگر ذکر نہ کرتے تو عبداللہ کو اتفاقاً جس سعادت سے بہرہ اندوزی کا موقعہ مل گیا، شاید نہ ملتا، گویا اس فلسفہ کے شر سے خیر کا ایک پہلو یہ پیدا ہو گیا، اور یہی کیا اگر اسی زمانہ میں پیدا ہو کر اس فلسفہ کی بنیاد ہی کے کھود دینے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو موقعہ نہ مل جاتا، تو صرف قرآن کی ایسی آیتوں سے مثلاً

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ

پیغمبر نہیں بولتے "الھوی" (یعنی اپنی ذاتی خواہش سے) نہیں ہے وہ (یعنی پیغمبر کا بول) مگر وحی جس کی وحی ان پر کی جاتی ہے۔

وغیرہ سے مغالطہ کی ان گتھیوں کا سلجھانا کیا آسان تھا، جن میں دعویٰ اسلام کے باوجود اس زمانہ میں حدیثوں کی ان ہی تحدیدی روایتوں کی بنیاد پر لوگ مبتلا ہو گئے ہیں، اور کہتے ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ مذکورہ بالا آیت کا تعلق بھی صرف قرآن سے ہے۔ اسی لئے وہ پیغمبر کو صرف قرآن کی حد تک پیغمبر مانتے ہیں۔ قرآن سے الگ کر لینے کے بعد العیاذ باللہ پیغمبر کی زندگی میں اور جو پیغمبر نہیں ہیں ان کی زندگی میں ان برگزیدہ بازآنکھوں کے نزدیک کوئی فرق باقی نہیں رہا ہے مگر عبداللہ اس فلسفہ کے شر نے ایک ایسے خیر کو پیدا کیا جس نے ثابت کر دیا کہ مذکورہ بالا قرآنی آیت کا واقعی مطلب بھی وہی ہے جو اس کے ظاہر الفاظ سے سمجھا جا رہا ہے یعنی قرآن ہی نہیں بلکہ مطلقاً نطق اور گفتگو جو بھی پیغمبر کی زبان سے نکلتی ہے اس کا قطعاً "الھوی" (پیغمبر کی ذاتی خواہش) سے تعلق نہیں ہے بلکہ قرآنی نطق ہو، یا غیر قرآنی نطق، پیغمبر کا ہر نطق اور ان کی ہر گفتگو وحی ہے جو ان پر خدا کی طرف سے کی جاتی ہے۔ آیت کے الفاظ سے بھی یہی سمجھ میں آتا ہے، اور حضرت عبداللہ کو سمجھاتے ہوئے قسم کھا کر دہن مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا اس سے بھی اسی مفہوم کی مزید تائید اور تاکید ہوگئی، اور محقق ہو گیا کہ پیغمبر کی زندگی ہر حال میں اسوہ اور نمونہ ہے اور ان کی زبان کا ہر بول ذاتی فکر ونظر یا خواہش کا نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ سب وحی ہے خواہ خوشی کے حال میں بات کی گئی ہو یا غصہ کی حالت میں سچ پوچھئے تو اس قرآنی نص کی بنیاد پر پیغمبر کی معصوم زندگی کا ہر پہلو مسلمانوں کی دینی زندگی کے لئے روشنی کا مینار ہے فرق آئندہ صرف ان ذرائع کی قوت وضعف سے پیدا ہوتا ہے، جن کی راہ سے امت میں پیغمبر کی زندگی، زندگی کے آثار، گفتار و رفتار کے متعلقہ معلومات پہنچے ہیں، ان ہی کی قوت وضعف کے ساتھ ان احکام ونتائج کی گرفت اور مطالبوں کی قوت وضعف کا مسئلہ وابستہ ہے جو ان معلومات سے نکلتے ہیں یا نکل سکتے ہیں، یہی وجہ تو ہے جب ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک خاتون صاحبہ پہنچیں، اور حدیث میں عورتوں کو وشم یعنی گودنا گدانے سے جو منع کیا گیا ہے اس کا اور اسی قسم کی چند باتوں کا ذکر کر کے کہنا شروع کیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بلغنی انک قلت ذیت وذیت والواشمہ والمستوشمہ وانی قرأت مابین اللوحین فلم اجد الذی تقول

مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم فلاں فلاں باتیں کہتے ہو اور کہتے ہو کہ گودنا لگانے والی اور جو اپنے بدن میں گودنا لگاتی ہے، (ان پر لعنت کی گئی ہے) حالانکہ میں نے قرآن کے دونوں لوحوں کے درمیان جو کچھ ہے سب کو پڑھا اس میں تو ایسی کوئی بات نہ ملی جو تم کہتے ہو۔

یہ عجیب و غریب مغالطہ جس پر اس زمانے میں تحقیق کے بڑے بڑے دعووں والے مردوں کو شاید ناز ہے۔ اسی مغالطہ کو عرب کی ایک عورت کی زبان سے سن کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بی بی صاحبہ کو پہلے تو کہا کہ جاؤ، پھر قرآن کو پڑھ کر آؤ، وہ تعمیل حکم کے بعد پھر حاضر ہوئیں اور بولیں کہ مجھے اب بھی قرآن میں وہ باتیں نہ ملیں جو تم سے مجھے پہنچی ہیں، تب ابن مسعود نے ان کو سمجھایا کہ

اما قرءت ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتھوا

کیا تم نے (قرآن میں) نہیں پڑھا ہے کہ جو کچھ دے تمہیں رسول تو اسے لے لیا کرو، اور جس سے تم کو روکیں اس سے رک جاؤ،

بی بی صاحبہ نے کہا کہ ہاں یہ تو میں نے قرآن میں پڑھا ہے، ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ

فھو ذاک[1]

تو بس یہی وہ بات ہے

چوں کہ وہ سمجھنے ہی کے لئے آئی تھیں اس لئے دوسرے درپردہ محرکات کے زیر اثر اس مناظرانہ گفتگو کو اپنی کامیابی کا انھوں نے ذریعہ نہ بنایا، یعنی بندوں کو خدا نے اس کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے کہ پیغمبر جو کچھ دیں اور جس چیز سے روکیں اس کو مان لینا چاہئے خواہ قرآن کے نام سے وہ چیز دی گئی ہو یا اس کو یہ نام نہ دیا گیا ہو قرآن کو بھی ماننے والے قرآن کے دینے

[1] الفاظ کے معمولی اختلاف سے اس روایت کا صحاح کی مختلف کتابوں میں ذکر پایا جاتا ہے۔ نیز مسند احمد میں بھی ہے۔

© rasailojaraid.com

والے پر اعتماد ہی کی بنیاد پر تو مانتے ہیں، اس لحاظ سے قرآنی اور غیر قرآنی مطالبات میں خود ہی سوچنا چاہیئے کہ کیا فرق ہے۔ ہاں پیغمبر کی عطا کی ہوئی چیزوں میں امتیاز درحقیقت ان راہوں کے فرق سے پیدا ہوتا ہے جن سے گذر کر امت تک وہ چیزیں پہنچی ہیں، اسی لئے سمجھا جاتا ہے کہ توارث و تواتر کی عمومیتِ عامہ کی راہ سے جو چیزیں پہنچی ہیں، خود ان کی اور ان سے پیدا ہونے والے نتائج کی قوت مطالبہ اور گرفت میں ایک ہوگی، خواہ قرآن کے نام سے وہ پہنچی ہوں یا یہ نام ان کو نہ دیا گیا ہو، بلکہ اس راہ سے ان چیزوں کا پہنچنا یہی دلیل ہے اس بات کی کہ ہر ایک سے چوں کہ ان کا مطالبہ مقصود تھا اسی لئے ان کے پہنچانے میں ایسی تدبیریں اختیار کی گئیں کہ پیغمبر کی طرف اُن کے انتساب میں قطعاً کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی ہے، بخلاف ان چیزوں کے جو امت میں خبر الواحد بعد الواحد کی خصوصی راہوں سے پہنچی ہیں، اس نوعیت کے ساتھ ان کی منتقلی ہی دلیل ہے اس بات کی کہ پیغمبر ان کو پہنچانا تو چاہتے تھے لیکن ہر شخص تک اس طریقہ سے ان چیزوں کا پہنچانا مقصود نہ تھا کہ ان سے گریز قطعی طور پر اللہ اور اس کے رسول سے گریز کی شکل اختیار کر کے بھاگنے والوں کو معصیت اور بغاوت کا مجرم ٹھہرا دے۔

فلسفہ کے اس شر سے خیر کا یہ پہلو جو پیدا ہوا وہ تو اتنا اہم ہے کہ رہتی دنیا تک اسی سے قرآن کے اجمالی آیات کا مطلب معین کیا جائے گا یعنی مذکورہ بالا آیات مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ یا مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا کے سوا قرآن ہی میں بار بار پلٹ پلٹ کر اس قسم کی آیتوں کا جو اعادہ کیا گیا ہے مثلاً قطعی فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ	پس کچھ بھی نہیں تیرے رب کی قسم ہے وہ ہرگز
يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ	ایمان نہ لائیں گے۔ جب تک تجھے (اے پیغمبر)
لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا	ان تمام باتوں میں حَکَم اور فیصلہ کرنے والا نہ بنالیں

© rasailojaraid.com

مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (النساء)

جو ان کے باہمی جھگڑوں میں پیدا ہوتی ہیں، پھر اپنے اندر کسی قسم کی تنگی اس فیصلہ کے متعلق نہ پائیں جو تم نے کر دیا ہو اور کلیۃً اس فیصلہ کے آگے جھک جائیں

یا ارشاد ہوا ہے

مَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ

نہیں بھیجا ہم نے کسی رسول کو مگر اسی لیے کہ اس کی فرماں برداری کی جائے

یا دھمکایا گیا ہے

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (نور)

پس چاہیئے کہ جو پیغمبر کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ ڈریں اس بات سے کہ کسی آزمائش اور فتنہ میں نہ وہ مبتلا ہو جائیں یا ان کو دکھ بھرا عذاب پکڑ لے۔

یا صلائے عام دیا گیا ہے کہ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا

تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہت اچھا نمونہ ہے جو اللہ کی اور پچھلے دن کی امید رکھتے ہیں اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرتے ہیں۔

یہ یا اسی نوعیت کی دوسری آیتیں جن سے خواص کیا عوام مسلمین بھی شاید ناواقف نہیں ہیں اب ان اطلاقی آیات پر تحدید عائد کرنے کی راہ ہی کیا باقی رہی، صاف معلوم ہو گیا کہ پیغمبر کی زندگی کے مثبت و منفی، ایجابی و سلبی غرض ہر پہلو میں مسلمانوں کے لئے نمونہ ہے رضا اور غضب کی تقسیم کرنے والے دراصل اپنے ایمان کے ٹکڑے کرنا چاہتے ہیں۔

" اعاذنا اللہ والمسلمین من ھذہ الھفوات "

خیر میں مطلب سے ذرا کچھ دور ہو گیا بجائے تدوین حدیث کے تدوین فقہ کے بعض تفصیلات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں مشغول ہو گیا، موقعہ آ گیا تھا قلم روکنے کے باوجود رکنے پر آمادہ نہ ہوا چھوڑ دیا گیا۔ ورنہ مسئلہ تو یہ تھا کہ اس شر سے علاوہ اس "خیر عظیم" کے "تدوین حدیث" کی تاریخ میں اس انکشاف کے اضافہ کا یعنی عہد نبوت ہی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور حکم سے بعض صحابیوں نے حدیثوں کو قلم بند کیا تھا، سچ پوچھئے تو اس کا موقعہ حضرت عبداللہ کی اسی رپورٹ کی وجہ سے مل گیا، ورنہ کتابتِ حدیث کی عام ممانعت کے بعد لوگوں نے اپنے اپنے مسودوں کو جب نذر آتش کر دیا تھا، اس کے بعد پھر لکھنے کی ہمت کون کرتا بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ کتابت کی ممانعت سے ناواقف رہ جانے کی وجہ سے عبداللہ بن عمروؓ نے حدیثوں کے لکھنے کا کام جو شروع کیا تھا، اگر ان کو ٹوکنے والے صاحب یوں ہی سادہ طور پر منع کر دیتے یعنی صرف اتنا فرما دیتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عام ممانعت کا اعلان ہو گیا ہے اور ممانعت کے خود آفریدہ فلسفہ کو نہ پیش فرماتے تو بارگاہ رسالت میں عرض کرنے کے بعد بھی نہیں کہا جا سکتا کہ اجازت ملتی بھی یا نہیں، وہ تو خدا بھلا کرے قریش کے ان بزرگ کا، اللہ ان سے راضی ہو، کہ ان کی غلطی ایک اہم تاریخی غلطی کی تصحیح کا ذریعہ بن گئی، خیال تو یہی ہے کہ ان کی خود آفریدہ توجیہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچتی تو جیسے سب کو کتابتِ حدیث سے منع کر دیا گیا تھا۔ عبداللہ کو بھی منع کر دیا جاتا، لیکن جن الفاظ کے ساتھ ان کے ٹوکنے کے قصہ کو بارگاہ نبوت میں حضرت عبداللہ نے پیش کیا، ان کے سننے کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غلطی کی زبانی تصحیح کے ساتھ حضرت عبداللہ سے رضا و غضب ہر قسم کی گفتگو کو لکھوا کر گویا اس زبانی تصحیح کو عملی قالب بھی عطا فرمایا اسی لئے حضرت عبداللہ سے بعض روایتوں میں آیا ہے کہ لکھنے کی اجازت کے بعد میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تاکیداً پھر دریافت کیا

فی الرضاء والسخط   کیا حالت رضا و خوشی کے ساتھ غصہ اور عتاب کی حالت کی گفتگو قلم بند کر سکتا ہوں

(باقی آئندہ)

© rasailojaraid.com